کے باوجود جاری رہینگے۔ اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی" اشہر حرم "(یعنی چار مقدس مہینوں) میں جنگجو قبائل اپنی تمام لڑائیاں احتراماً روک دیتے۔ شاید آج کے مہذب "دور" سے وہ زمانہ جاہلیت ہی بہتر تھا۔ جسمیں کم سے کم مقدس ایام کا احترام تو کیا جاتا۔۔۔ آہ! مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادگار عروس البلاد بغداد کب تک جلتا رہے گا اور کیا یہ اسی طرح ہر دور کے نئے تاتاریوں، چنگیزیوں اور ہلاکو خانوں کیلئے تختہ مشق ستم بنا رہے گا؟۔۔۔

فریاد ہے اے مصلحت کاتب تقدیر — مسلم کا لہو دست یہودی کی حنا ہے
ہم آج ہیں تاریخ کے خود رحم و کرم پر — ہم وہ تھے کہ تاریخ کا رخ موڑ دیا ہے
کب آئینگے اللہ کی نصرت کے فرشتے — ہر ٹوٹے ہوئے دل کی یہ غمناک صدا ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ناظم دار العلوم مولانا گل رحمان صاحبؒ کا سانحہ ارتحال

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی — ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

بزم حقانیہ میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد ایک بار پھر صف ماتم بچھ گئی جب دارالعلوم کے نہایت ہی پرانے اور حد درجہ مخلص و مہربان ناظم اور قدیم فاضل مولانا گل رحمٰن صاحبؒ طویل علالت کے بعد بروز جمعہ ۱۸ دسمبر کو انتقال فرماگئے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)۔ مولانا کو اکوڑہ کے قریب ہی ان کے آبائی گاؤں پیر سباق میں قبل از نماز عصر سپرد خاک کردیا گیا۔ مرحومؒ کی نماز جنازہ حضرت مہتمم صاحب نے پڑھائی۔ دارالعلوم کے تمام اساتذہ و مشائخ وابستگان اور کثیر تعداد میں طلباء اور عوام نے شرکت کی۔ تدفین کے بعد حضرت مہتمم صاحب نے آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور دارالعلوم کیلئے آپ کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

مولانا مرحومؒ گذشتہ پچاس برسوں سے دارالعلوم کے ساتھ وابستہ رہے۔ ۴۸ء میں دارالعلوم سے آپ کی فراغت ہوئی۔ پھر دارالعلوم ہی میں تدریس کے ساتھ ساتھ مختلف شعبوں میں مصروف کار رہے۔ اپنی امانت اور بے مثال دیانتداری کے باعث دارالعلوم کا شعبہ مالیات جیسا

اہم مرکزی شعبہ مولانا سلطان محمود صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ ہی نے سنبھالا اور پھر بیماری تک احسن طریقے سے یہ مشکل ترین کام انجام دیتے رہے یہاں تک کہ فالج کا پہلا حملہ بھی آپ پر دفتر اہتمام ہی میں ہوا۔ پھر تین سال تک آپؒ اسی موذی مرض میں مبتلا رہے باوجود بیماری اور انتہائی ضعف کے کسی نہ کسی صورت دارالعلوم تشریف لاتے رہے ابھی ایک ماہ قبل دارالعلوم کی تقریب دستاربندی پر آپ آخری بار تشریف لائے اور دفتر اہتمام میں کافی دیر بیٹھے رہے لیکن حسرت وافسوس سے ایک ایک چیز کو تکتے رہے۔ ع درودیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں چند مہمانوں کے ساتھ راقم نے جب آپ کا تعارف کرایا تو آپ زارو قطار رونے لگے کافی دیر آپ دفتر میں تشریف فرمارہے لیکن اس دوران برابر آپ پر گویہ کیفیت طاری رہی شاید انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ یہ میری دارالعلوم میں آخری حاضری ہے اور پھر میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے علم وعرفان کی اس مجلس سے دور چلا جاؤنگا۔ اور شاید یہ میری دارالعلوم کے ساتھ الوداعی ملاقات ہو یقیناً اس دن آپ کا گریہ وزاری کرنا ایک طویل جدائی اور فراق کی تمہید تھی۔ آپ کا یہ درد و غم بجا تھا اس لیے کہ اسی گلشن علم وعرفان میں بچپن سے لیکر عہد شباب اور شباب سے لیکر بڑھاپے کی آخری منزل تک زندگی کے شام وسحر اسی مادر علمی کی اغوش میں بسر کیے۔ آپ کا حضرت شیخ الحدیثؒ بانی دارالعلوم حقانیہ کے ساتھ تعلق بہت ہی پرانا تھا۔ جب آپ چھوٹے تھے تو حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے ساتھ دارالعلوم دیوبند (انڈیا) تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ حضرتؒ کی خدمت بھی کرتے رہے اور چند درجوں کی کتابیں بھی دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ قیام پاکستان کے بعد آپ اپنے علاقے تشریف لائے اور حضرت شیخ الحدیثؒ سے دورہ حدیث مکمل کر کے سند فراغت حاصل کی۔ اور یوں آپ دارالعلوم کے اولین اور متقدمین فضلاء میں شامل ہوگئے۔ اس کے بعد آپ ہمیشہ کیلئے دارالعلوم کے ہی ہوگئے۔ دارالعلوم کیلئے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ دارالعلوم حقانیہ کے گلشن کی آبیاری میں آپ کا خون جگر شامل ہے۔ آپ اس دور میں اخلاص و محبت کی ایک جیتی جاگتی تصویر تھے۔ دارالعلوم کے سارے اکابر اساتذہ اور بزرگ ایک ایک کر کے منزل آخرت تک پہنچ گئے لیکن ہمیں اپنے ان قدسی صفات بزرگوں کی کمی کا احساس ہر لمحہ محسوس ہورہا ہے۔ ابھی

کل ہی کی بات ہے کہ دفتر اہتمام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی نورانی مجلس سے آراستہ ہوتا اور آپؒ کے جلو میں دارالعلوم کے تمام بزرگ اساتذہ بھی جلوہ افروز ہوتے۔ حضرت شیخؒ کے پہلو میں مولانا گل رحمان صاحبؒ اپنے کام میں منہمک رہتے۔ اور بات بات پر آپؒ سے مشورہ طلب کرتے۔ یہ ایک ناقابل فراموش روحانی منظر ہوتا۔ علم وعرفان کی اس مجلس کو نجانے کس کی نظر لگ گئی کہ اچانک ہی وہ بساط نشاط الٹ گئی۔

ناظم صاحبؒ بھی اُس مبارک دور کی آخری یادگار اور اسی مجلس کے ایک روشن چراغ تھے۔ وہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی　　اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خاموش ہے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ربوہ کے نام کی تبدیلی ایک مستحن اقدام

قادیانی مذہب کی بنیاد ہی دجل وتلبیس، دھوکہ اور کذب بیانی پر رکھی گئی ہے۔ اس فتنہ نے ہمیشہ امت مسلمہ کو فریب دینے کی کوشش کی ہے۔ قیام پاکستان کے بعد یہ فتنہ قادیان (بھارت) سے پاکستان منتقل ہوا۔ تو انہوں نے چنیوٹ کے اطراف میں ایک علاقے چک ڈھگیاں پر قبضہ کر لیا۔ اور یہاں پر ایک جدید شہر تعمیر کر کے اس پر قرآن حکیم کی آیتوں سے ماخوذ مقدس لفظ "ربوہ" کا نام رکھا۔ تاکہ لوگوں کے ذھن میں اس کا تقدس جاگزیں ہو جائے لیکن فاتح ربوہ مولانا منظور احمد چینوٹی اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے اس سازش کے خلاف ہمیشہ بھرپور احتجاج کیا۔ بالآخر ان بزرگوں کی کوششیں بار آور ثابت ہوئیں اور ۶۔ نومبر ۹۸ء کو پنجاب اسمبلی نے مولانا منظور احمد چینوٹی اور دیگر صوبائی اسمبلی کے ممبران کی تحریک پر ربوہ نام کی تبدیلی کی قرارداد منظور کی۔ اور اب اس کا نام (نواں) قادیان رکھا گیا ہے۔ ہم اس فیصلے پر پنجاب اسمبلی اور اس قرارداد کے محرکین کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆